البانیہ۔ براعظم یورپ کی ایک مسلمان ریاست

ڈاکٹر محمد امتیاز ظفر ☆

تعارف

جمہوریہ البانیہ جسے مقامی زبان میں جمہوریہ شکیپیئر یا (۱) کہا جاتا ہے۔تقریباً گیارہ ہزار ایک سو مربع میل رقبہ پر پھیلا ہوا اپنی منفرد تہذیب و تمدن کے ساتھ براعظم یورپ کا پسماندہ اور غریب ترین ملک ہے۔سرزمین البانیہ کا ستر فیصد رقبہ پہاڑی ہے (۲) جبکہ جنوب مشرقی کوراب کا علاقہ ہموار میدانوں پر مشتمل ہے جمہوریہ کو شمالی اور مشرقی سمت سے یوگوسلاویہ جبکہ جنوب کیطرف سے یونان نے گھیرا ہوا ہے البانیہ کی مغربی سرحد ساحلی ہے جو معروف بحیرہ اڈریاٹک اور آبنائے اٹرانٹو نے بنائی ہے مملکت کا دارالحکومت ترانا ہے۔

البانیوں کے آباؤاجداد الیریا قبائل سے تھے جو تانبے کے عہد کا آخر اور لوہے کے عہد کی ابتدا میں قریباً ایک ہزار سال قبل مسیح بلقان کے علاقے میں آ کر آباد ہوئے یہ قبائل لسانی اعتبار سے انڈو یورپین گروہ میں شمار کیے جاتے تھے۔آج کا البانیہ نسلی اور لسانی حوالے سے دو بڑے گروہوں چیگ اور توسک میں تقسیم ہے۔اول الذکر شمالی علاقے میں آخر الذکر جنوبی حصے میں آباد ہیں۔ٹی ڈبلیو آرنلڈ کے مطابق اہل البانیہ یورپ کی سب سے قدیم اور صحیح النسب قوموں میں سے ہیں جو آرین نسل کی پلاسگی شاخ (۳) سے ہے۔پہلی اور دوسری جنگوں کے دوران سرکاری سطح پر توسک زبان کی سرپرستی کی گئی نتیجتاً آج یہی زبان پورے ملک کی لسانی شناخت بن چکی ہے جبکہ چیگ قبائل اپنی ثقافتی روایات کیساتھ شمالی پہاڑی علاقوں میں مقیم ہیں۔(۴) مشرقی یورپ کے نوے لاکھ مسلمانوں (۵) میں سے قریباً ساڑھے چوبیس لاکھ البانیہ (۶) کے باشندے ہیں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،،دعوۃ اکیڈمی۔بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد

جو ریاست کی کل آبادی کا ستر فیصد ہیں جبکہ باقی آبادی کا بیس فیصد مشرقی کلیسا اور دس فیصد کیتھولک عیسائیت کی پیروکار ہے مسلمانوں میں بکتاشی فرقہ کی قلیل تعداد کے علاوہ اکثریت مذہباً حنفی ہے۔

ملک میں ۹۵ فیصد البانوی نسل کے باشندوں کے علاوہ پانچ فیصد یونانی رومانی اور بلغاری لوگ بھی آباد ہیں۔

تاریخی پس منظر

تاریخی حوالے سے البانیہ کا خطہ مجموعی طور پر باہر سے آنے والی اقوام کے زیر تسلط رہا ہے اور حکومت اکثر اوقات باہر بیٹھ کر زمام کار سنبھالنے والے سلاطین اور بعض اوقات اس علاقہ کو راجدھانی بنانے والے بیرونی حکمرانوں کے پاس رہی ہے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے بادشاہ اگرون کا نام آتا ہے جو الیریا قبائل میں سے تھا اور اس کا دارالحکومت سقوطری تھا۔اس کا دور حکومت اپنے شکوہ اور حسن انتظام کے لیے معروف تھا۔ اگرون نے تیسری صدی قبل مسیح کے دوسرے نصف میں اس علاقے پر حکمرانی کی۔اس زمانے میں اس کی مملکت اپنی زرعی پیداوار لوہے پیتل کے بنائے ہوئے زرعی آلات اور گھوڑوں کی تجارت کی وجہ سے مرجع خلائق تھی۔(۷)اس دور میں الیریا قبائل کے مختلف خیل دریائے ڈینیوب (ہنگری) سے لیکر البانیہ اور اٹلی کے وسیع علاقوں میں آباد تھے۔الیریا کا تسلط ۱۶۸ عیسوی تک اس سرزمین پر قائم ودائم رہا۔یہاں تک کہ رومیوں نے تمام بلقانی ریاستوں پر اپنا قبضہ استوار کیا۔یہ دور الیریا قبائل کی نیم حکمرانی اور نیم غلامی کی زندگی پر مشتمل ہے۔کہا جاتا ہے کہ شمالی البانیہ کے پہاڑی علاقوں کے لوگوں کو نیم خودمختاری حاصل تھی اور رومیوں کی وفاداری کا دم بھرتے اور سیزر کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے تھے اور موجودہ دور تک سالانہ روایتی کنونشن کا رواج اس زمانے سے شروع ہوا جب تمام قبائل کے لوگ اکٹھے مل کر سیزر سے وفاداری کا باقاعدہ اعلان کیا کرتے تھے۔اس مقابلہ میں جنوبی البانیہ براہ راست رومیوں کے تسلط میں تھا اور وہاں انہوں نے اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ اپنی ثقافتی اقدار کو بھی عام کیا اور لوگوں کو مکمل طور پر Romanize کر دیا۔ رومیوں کے دور اقتدار میں البانیہ مشرق و مغرب کے درمیان سفر و تجارت کا ایک مقبول راستہ بن گیا جب یہاں سے چاندی، تانبا دریائے سقوطری کی مچھلی اور اعلیٰ معیار کے انگوروں کی شراب اٹلی اور مغرب کو برآمد کی جاتی تھی۔اس کے علاوہ کیونکہ الیریا قبائل اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے معروف تھے اس لیے سیزر نے اپنی افواج میں یہاں کے جوانوں کو شامل کیا جو ہر طرح کی آزمائش اور کڑے وقت میں حکمرانوں کے لیے جان پر

کھیل کر اپنی وفاداریوں کی داستانیں رقم کرتے رہے۔ ۳۲۵ عیسوی میں سلطنت روم واضح طور پر دو حصوں میں منقسم ہوگئی اور الیریا قبائل جنوبی یعنی نو پیدشدہ مشرقی کلیسا کا حصہ بنے۔ اگرچہ یہ علاقہ تیسری سے پانچویں صدی کے دوران Visigoths اور Hun لوگوں کی آماجگاہ رہا لیکن چھٹی صدی کے شروع اور ساتویں صدی عیسوی کے اختتام تک مکمل طور پر Slavs کے زیر اختیار آ گیا۔ یہ وہ تلخ دور ہے کہ جب باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے الیریا زبان و تہذیب کو بدل کر Slavonization کا عمل مکمل ہوا۔ سلاو حکمران گیارھویں صدی عیسوی تک اس علاقہ پر قابض رہے یہاں تک کہ بازنطینی حکمرانوں نے یہاں اپنا تسلط جمایا۔ مشرقی مغربی عیسائی حکمرانوں کی باہمی چشمک کا دلچسپ کھیل تیرھویں صدی کے تک جاری رہا جب سربوں نے اس علاقے کو فتح کیا چودھویں صدی کے نصف تک سربوں کی حکومت البانیہ میں چھوٹی چھوٹی مقامی حکمرانیوں میں بدل چکی تھی اور یہ تمام ریاستیں بازنطین کی عیسائی حکومت کے علی الرغم اپنی علیحدہ علیحدہ شناخت کی حامل تھیں اور زیادہ تر مشرقی کلیسا کے مذہبی تصرف کی بجائے کیتھولک مذہب کی پیروکار تھیں۔ یہ ریاستیں باہم دست و گریبان رہتی تھیں اس ریاستی افراتفری اور مذہبی کمزوریوں کا فائدہ عثمانیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت نے اٹھایا اور انہوں نے رفتہ رفتہ بلقان کے علاقوں میں اپنا فوجی و سیاسی اثر و رسوخ قائم کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ مختلف مقامی ریاستوں میں بٹے ہوئے البانوی تاجدار ترکوں کی باجگذاری میں آتے گئے اور ترکوں نے البانیہ کے مختلف قابل ذکر مقامات پر اپنی فوجی چھاؤنیاں قائم کرنا شروع کر دیں (۸) ۱۴۴۳ء میں جارج کستریوتہ المعروف سکندر بیگ (۹) نے وطن کی سالمیت اور ترکوں سے تحفظ کا علم بلند کیا اس کی تحریک کو کچلنے کے لیے ترک سلطان مراد دوم نے ۱۴۴۹ء میں فوج روانہ کی۔ لیکن علاقے میں داخل ہونے سے پہلے ہی سکندر بیگ کی افواج نے اسے سرحد پر شکست سے دوچار کر دیا۔ اس فتح نے سکندر بیگ کو البانیہ کا ہیرو بنا دیا اور تمام مقامی حکمرانوں اور یورپ نے اس کی کوششوں کی حمایت کا عزم بالجزم کیا۔ ترک اپنے روایتی طریق جنگ کے مطابق ہر سال البانیہ اور خاص طور پر کرویا جو کہ سکندر بیگ کا علاقہ تھا کو فتح کرنے کے لیے فوج کشی کرتے رہے۔ لیکن ۱۴۷۸ء تک کہ جب تک سکندر بیگ طبعی موت نہیں مرا البانیہ ترکوں کے تسلط سے آزاد رہا۔ ۱۴۶۶ء میں ترک سلطان محمود دوم خود دو لاکھ فوج کے ساتھ کرویا کے قلعہ کے محاصرہ کے لیے آیا لیکن سکندر بیگ کو شکست نہ دے سکا۔ البانیہ مکمل طور پر ۱۵۰۱ء میں سلطنت عثمانیہ کے زیر نگین آ گیا۔ (۱۰) اس سال سے

شروع ہونے والی عثمانی حکومت نے البانیہ کا مذہبی نقشہ بدل کر رکھ دیا اور آبادی کی اکثریت نے اسلام کو اختیار کر لیا۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے نقل مکانی بھی کی لیکن آبادی کا معتد بہ حصہ اپنی آبائی جاگیروں اور زمینوں کا مالک رہا۔ خاص طور پر شمالی پہاڑی علاقوں کے قبائل کو اپنے روایتی طرز زندگی کے گذارنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ جن لوگوں اور قبائل نے اسلام قبول نہ کیا وہ سالانہ جزیہ کے عوض اپنی مذہبی آزادی کو برقرار رکھے رہے۔ مسلمان ہونے والے البانوی لوگوں نے استنبول جا کر اسلامی اور دینوی تعلیم حاصل کر کے سلطنت عثمانی میں ملازمتیں حاصل کیں اور نظام حکمرانی کا حصہ بن گئے۔ ان میں شمالی علاقوں کے پہاڑی قبائل کے لوگوں نے حسب روایت عثمانی عساکر کو تقویت دی اور خاص طور پر عثمانیوں کے مخصوص دستوں ینی چیری (۱۱) میں اپنی بہادری اور جرات و استقامت کی مثالیں قائم کیں۔ بے شمار البانوی النسل فوجی جنہوں نے عثمانی حکومتوں میں اپنی بہادری اور کارناموں کا لوہا منوایا سلاطین سے ''پاشا'' اور ''بے'' کے خطابوں سے فیض یاب ہوئے اور ہزاروں ایکڑ اراضی حاصل کر کے البانوی معاشرے میں عزت و تکریم کا مقام حاصل کیا یہ لوگ مقامی طور پر سلاطین کے نمائندہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں جب عثمانی سلطنت کی کمزوریوں کے آثار ہویدا ہونا شروع ہوئے تو البانیہ کے مقامی پاشاؤں اور ذی اثر لوگوں میں آزادی اور خودمختاری کی تحریکات کی آبیاری ایک فطری عمل تھا نتیجتاً ہم دیکھتے ہیں کہ جنیا میں علی بے نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا تو شمالی البانیہ میں بوشاتی خاندان نے استنبول سے اپنی لاتعلقی کا علم بلند کر دیا۔ اگرچہ ایسی تحریکات دبا دی گئیں اور تنظیمات نامی اصلاحات سازی خلافت کو استحکام دینے کے لیے شروع کی گئیں لیکن اندرونی کمزوریوں کا گھن جو خلافت عثمانیہ کو لگ گیا تھا اس کا مداوا نہ ہو سکا اور نہ صرف البانیہ کی علیحدگی عمل میں آئی بلکہ بیسوی صدی کا سورج چڑھتے ہی عثمانی خلافت خود پیوستہ خنجر کے ذریعے دم توڑ گئی۔

۱۸۷۸ء کا معاہدہ برلن عثمانیوں کے سابقہ زیر تسلط بلقانی ریاستوں کے مستقبل کے حوالے سے ایک نہایت ہی اہم تاریخی موڑ ہے جو یورپی طاقتوں کی شاطرانہ اور عیارانہ پالیسیوں اور فیصلوں کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی کانگریس کے فیصلوں نے البانیہ کے لوگوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور وقتی طور پر عثمانی حکومت کی اہمیت کا احساس دلایا۔ ہوا یوں کہ البانیہ کے شمال مغربی اضلاع روس کے زیر اختیار آ گئے تھے ان کو منٹی نیگرو کے ساتھ مستقل طور پر ملانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلہ نے البانوی باشندوں کو چونکا دیا اور انہوں نے ترکوں کی

اعانت کے ساتھ اس الحاق کو روکنے کے لیے تحریک چلائی اگرچہ یہ تحریک کامیاب تو نہ ہو سکی لیکن البانویوں کے ذہن میں آئندہ کی حکمت عملی واضح ہو گئی۔ اب ان کے سامنے دو مقاصد عیاں تھے ایک ترکوں سے آزادی اور دوسرے یورپی استعماری سازشوں سے ہوشیاری۔ (۱۲) ان کی یہ تحریک رنگ لائی اور ۱۹۰۹ء میں ترکوں کی اشیر باد کے ساتھ ایک کمیٹی بنائی گئی جو چار ولایتوں سقوطری، کوسوو، مناسطر اور جنیا کی وقتی طور پر خود مختاری اور آخر کار آزادی کے لائحہ عمل کو واضح کرے۔ جب اس کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کرنے سے استنبول نے لیت و لعل کیا تو البانوی شمالی پہاڑی قبائل نے ۱۹۱۲ء میں عیسی بلوتن کی قیادت میں بغاوت کر دی۔ جس پر ترک حکمرانوں کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور پرسٹینا میں مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ البانویوں کی اندرونی کامیابیاں یورپی بھیڑیوں کو ایک نظر بھی نہیں بھاتی تھیں۔ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں ایک خفیہ معاہدہ کے ذریعے یہ طے کر لیا کہ جونہی بوڑھی عثمانی خلافت دم واپسیں لیتی ہے ہم فلاں فلاں علاقوں پر اپنا غاصبانہ تسلط قائم کر لیں گے لیکن البانوی تحریک آزادی نے ان کی امیدوں پر پانی پھیرنے کی کوشش کی تو یونانی سرب اور مونٹی نیگرو کی افواج نے مل کے اپنے اپنے طے شدہ اہداف پر حملہ کر دیا۔ اس مال مفت دل بے رحم کی کیفیت سے آسٹریا ہنگری اور اٹلی کے حکومتوں نے عالمی سطح پر دوہائی دی تو دسمبر ۱۹۱۲ء میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی نتیجہ کے طور پر روسی اثر اندازی پر کوسوو، یوگوسلاویہ کو بخش دیا گیا اور البانیہ کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا اگرچہ نومبر ۱۹۱۲ء کو البانوی باشندے اسماعیل کمال ولورا کی قیادت میں خود ہی اپنی آزادی کا اعلان کر چکے تھے لیکن لندن کانفرنس نے پرنس ولیم کو نئی ریاست کا سربراہ بنا دیا ان کی نایابی پر ترکھان پاشا کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ البانیہ میں اپنی حکومت قائم کریں ان معاہدوں اور اعلان کے درمیان یونان نے جنوبی البانیہ کو نام نہاد خود مختار ریاست اپیریس کے نام سے تسلیم کر لیا اور مونٹی نیگرو نے سقوطری پر قبضہ جما لیا ان حالات میں عالمی طاقتیں پہلی عالمی جنگ کی شروعات میں الجھ گئیں لیکن مقامی کسانوں کی بغاوتوں نے ہر دو غاصبوں کو مکمل طور پر قدم جمانے سے روک دیا۔ اگرچہ عالمی جنگ چھڑتے ہی البانیہ کا مسئلہ سیاسی طور پر سرد خانے میں چلا گیا لیکن اٹلی یوگوسلاویہ مونٹی نیگرو اور یونان کی افواج سرزمین البانیہ میں داخل ہو گئیں جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد پیرس اور سفارتکاروں کی کانفرنسوں میں البانیہ کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوششیں گئیں لیکن یہ بے نتیجہ رہیں۔ (۱۳)

اس عالمی بے اعتنائی کو دیکھ کر البانوی باشندوں نے خود پرسٹینا میں ایک قومی کانفرنس بلائی اور سلیمان ولونیا کی

قیادت میں ترانا کو صدر مقام بنا کر قومی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں البانیہ لیگ آف نیشنز کا ممبر بن گیا۔ (۱۴) قومی حکومت کے قیام کے بعد مقامی لوگوں نے حکومتی افواج کی زیر سر پرستی اٹلی یوگوسلاویہ مونٹی نیگرو اور یونان کی غاصب افواج کو باری باری اپنے وطن عزیز سے مار بھگایا۔ ابتدائی سالوں کے ناکام جمہوری تجربوں کے بعد احمد بے زوگو برسر اقتدار آیا۔ اگر چہ اس کی حکومت بنانے میں یوگوسلاویہ کا ہاتھ تھا لیکن اس نے اٹلی کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے اور اٹلی کی حکومت سے پچاس ملین گولڈ فرانک کا قرضہ لیا تا کہ وہ ملک کی زرعی اور معاشی حالت کو سدھارے۔ اس نے اپنے لیے شاہ زوگ اول کا خطاب پسند کر کے طرز حکومت کو ملوکیت میں بدل دیا۔ (۱۵) شاہ زوگ اول اپنی معاشی بحالی کے پروگرام میں بالکل ناکام ہو گیا اور پہلے سال ہی قسط کی واپسی کے قابل نہ رہا ان حالات نے البانیہ کو مکمل طور پر اٹلی کے زیر دست کر کے رکھ دیا۔ اگر چہ مغربی طاقتوں کی اشیر باد سے سماجی اصلاحات نافذ ہوئیں لیکن اس سے ایک مخصوص طبقہ ہی فیض یاب ہو سکا ان حالات نے اندر ہی اندر اشتراکیت کے لیے فضا ہموار کرنا شروع کر دی دوسری طرف اٹلی کے فاشسٹ حکمران مسولینی نے البانیہ پر قرض نہ اتارنے کے بہانے حملہ کر دیا ۱۹۳۹ء میں وہاں قبضہ کر کے اٹلی کے باشندے وکٹر ایمونیس کو بادشاہ بنا دیا اس طرح دوسری جنگ عظیم میں کام آنے والے خام مال لوہا تانبا وغیرہ مفت میں اٹلی کے زیر استعمال رہا۔ (۱۶) دوسری جنگ عظیم کے دوران قوم پرستوں اور کمیونسٹوں نے مل کر نیشنل لبریشن فرنٹ کی بنیاد ڈالی تا کہ جنگ کے بعد اٹلی سے آزادی حاصل کر کے قومی جمہوری حکومت کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔ جنگ کے بعد نومبر ۱۹۴۴ء میں انور خوجا کی قیادت میں کمیونسٹ حکومت قائم کر دی گئی جس میں روس اور یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو کا خاصا عمل دخل تھا۔ ۱۹۴۵ء کو نیشنل اسمبلی کے الیکشن کے بعد کمیونسٹوں نے اشتراکی نظام حکومت کو مکمل طور پر لاگو کر دیا۔ جس میں تمام نجی املاک کو قومیا لیا گیا۔ مذہبی شعائر کو ملیا میٹ کر دیا گیا اور زمین داریوں اور جاگیرداریوں کی بیخ کنی کر دی گئی۔ شروع شروع میں البانیہ کو یوگوسلاویہ کی حمایت حاصل رہی لیکن ۱۹۵۰ء کے بعد یہ ملک براہ راست روس کے سیاسی اور سفارتی اختیار میں آ گیا۔ اسطرح روس کی بحیرہ اڈریاٹک پر تسلط حاصل کرنے کی پرانی خواہش پوری ہو گئی (۱۷) یہ تعلقات ۱۹۶۰ء تک بحال رہے جب تک کہ البانوی حکومت نے چینی کمیونسٹوں سے دوستی کی پینگیں نہ بڑھائیں۔ چین البانیہ کے دوستانہ مراسم ۱۹۷۸ء تک قائم رہ سکے جو بعد میں سرد مہری کا شکار ہو گئے۔ البانیہ میں ۱۹۷۶ء میں

ایک نیا آئین منظور ہوا جس کی بنیاد ریاست کا نام پیپلز سوشلسٹ ریپبلک البانیہ رکھ دیا گیا۔

۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء کو انور خوجہ کی ہلاکت کے بعد ملک میں اشتراکیت کا زور کم ہونا شروع ہوا خاص طور پر سوویت یونین کے ٹوٹنے کا اثر البانیہ پر بھی ہوا۔ یہاں سیاسی اصلاحات نافذ ہوئیں اور ۱۹۹۱ء میں حزب مخالف کی سیاسی پارٹیوں کو قانونی طور پر اجازت دی گئی۔ مارچ ۱۹۹۲ء میں غیر اشتراکی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۹۷ء میں صدر بریشا کی ڈیموکریٹک پارٹی کی حکومت معاشی بحران کا شکار ہوگئی اور ملک خانہ جنگی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا جس پر اقوام متحدہ کی افواج برائے امن کو مداخلت کرنا پڑی۔ اس وقت ملک میں ستمبر ۱۹۹۸ء سے قائم کیمونسٹ پارٹی کی حکومت ہے۔ (۱۸)

البانیہ میں اسلام کا تعارف و ترویج

باقی دنیا کی طرح بلقان کی ریاستوں میں بھی اسلام مسلمان تاجروں کے ذریعے آیا۔ (۱۹) اس میں عرب تاجروں کا خاصا عمل دخل تھا اگرچہ دوسرے ذرائع کے مطابق مغرب کی جانب سے اندلس، جنوب سے بحیرہ قلزم اور سسلی اور شمالی مشرق کی طرف سے ہنگری کے راستے یہاں اسلام کی دعوت پہنچی۔ اس خطہ میں اسلام کا قیام واستحکام ترکوں کا مرہون منت ہے جب انہوں نے پندرھویں صدی کے نصف آخر میں فوج کشی شروع کی۔ عرب بلقانی ریاستوں کے تجارتی تعلقات کی گواہی کے لیے بوسنیا سے دریافت شدہ عباسی خلیفہ مروان دوئم (۷۵۰۔۷۴۴) کے عہد کے سکوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ معروف تاریخ دان اور سیاح الادریسی نے بھی بارھویں صدی میں بلقان کی سماجی وسیاسی صورت حال کی عمدہ نقشہ کشی کر کے مسلمانوں کی وہاں پر موجودگی کا ثبوت فراہم کرنے کے علاوہ بحیرہ اڈریاٹک کے ساحلی شہروں کے احوال بیان کر کے البانوی باشندوں کے مسلمانوں سے ملاپ کی تصدیق کی ہے۔ (۲۰) جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ترکوں کا سیاسی اقتدار البانیہ کی سرزمین پر سولھویں صدی کے آغاز سے ہوا لیکن اشاعت اسلام کا سلسلہ پہلے سو سال میں نہایت کمزور رہا۔ پروفیسر آرنلڈ نے ۱۶۱۰ء میں البانیہ میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب صرف دس فیصد بتایا ہے۔ (۲۱) یہ پہلے ایک سو دس سال کی اشاعت اسلام کی رفتار تھی جبکہ اگلی چار صدیوں میں البانیہ کی آبادی کے ستر فیصد لوگ مسلمان ہوگئے۔ یورپ کے حوالے سے البانیہ واحد ملک ہے جہاں کے باشندوں نے اتنی کثیر تعداد میں اسلام قبول کیا۔ پروفیسر آرنلڈ نے اس کی تین وجوہات بیان کی ہیں اول دینوی فوائد کی کشش

دوسرے خراج کی ادائیگی سے بچنے کی خواہش اور تیسرے سمجھ دار پادریوں کی کمی جو اہل ملک کی مذہبی ضروریات کو پورا کرسکیں۔(۲۲) ان وجوہات کے علاوہ سماجی سطح پر مختلف حقائق اشاعت اسلام کے لیے مد ثابت ہوئے جیسا کہ عیسائیوں میں یہ عام دستور ہو چلا تھا کہ عیسائی اپنی بیٹیوں کو مسلمانوں سے بیاہ دیتے تھے۔اس طرح پیدا ہونے والی اولاد کی اکثریت مسلمان ہوتی اگرچہ لڑکیوں کو اپنی ماں کے مذہب میں رہنے کی اجازت تھی لیکن اس قسم کی اجازت عملی طور پر بے ثمر ہوتی کیونکہ عیسائی پادری ایسی لڑکیوں کو ملت سے خارج کر کے مذہبی رسوم میں شرکت سے محروم کر دیتے تھے۔(۲۳) اس سماجی حقیقت کے علاوہ مذہبی پیشواؤں کی نا اہلی اور بے عملی حتیٰ کہ بغیر نکاح کے عورتوں کو اپنے تصرف میں رکھنے اور شراب خوری جیسی بد عادات نے لوگوں کے لیے عیسائیت میں کوئی خاص کشش باقی نہ رکھی اس کے علی الرغم آرنلڈ کے الفاظ میں مسلمان مبلغین کے اخلاص، حسن اخلاق اور دوستانہ شفقت نے لوگوں کے دل اسلام کے لیے جیتنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ (۲۴) اس کے علاوہ ترک حکمرانوں کی رواداری خاص طور پر عیسائیت کی تعلیم وتبلیغ اور مراسم عبودیت کی فراخدلانہ آزادی نے بھی عوام الناس کو اسلام کی حقانیت کی طرف راغب کیا۔البانیہ کے شمالی جنگجو قبائل کے لیے ینی چری کی عسکری نوعیت کی ملازمتیں بہت ہی دل کش ثابت ہوئیں جس نے وہاں کے باشندوں کے لیے اسلام کی قبولیت کے دروازے وا کیے۔(۲۵)

گورجی لیڈر نے اشاعت اسلام کی وجوہات میں مقامی باشندوں کی عہدوں کی تلاش۔سماجی حیثیت کی سربلندی اور قبول اسلام کے ثمرات کے حصول میں جزیہ سے چھٹکارے کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اس کے علاوہ ترکوں کی یہ روایت کہ وہ مقامی لوگوں میں سے ان لوگوں کو بے اور پاشا کے خطاب کیساتھ جاگیریں تفویض کرتے جو ان کے مذہب اسلام میں شامل ہو جاتے تھے۔مختلف عثمانی سلاطین کے وزرائے اعظم کی تعداد اکیس تھی جو البانوی النسل تھے گورجی نے آرنلڈ کی طرح عیسائی مذہبی پیشواؤں کی نا اہلی اور بد عملی کو بھی عام لوگوں کے قبول اسلام کا ایک اہم سبب بیان کیا ہے۔(۲۶) نزہت ابراہیمی نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب میں یورپین مؤرخ ستاوریینوس کے حوالے سے بذات خود اسلام کے خوبصورت پیغام کو اس کی مقبولیت کا سبب بیان کیا ہے جس میں عیسائیت کے مقابلے میں زندگی کا ایک مکمل ضابطہ راہنمائی کے لیے ملتا ہے۔(۲۷)

البانیہ میں اسلام کی تاریخ کے حوالے سے بکتاشی فرقے کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔جن کی

تعداد گورجی کی غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق البانیہ کی مسلمانوں کا پندرہ سے بیس فیصد ہے۔اس فرقے کو سنی مسلمان بدعتی فرقہ مانتے ہیں جن کے عقائد اہل تشیع سے مطابقت رکھنے کے علاوہ شراب اور دوسری غذائی حلت وحرمت میں بہت زیادہ آزادروی پر مبنی ہیں یہ لوگ رمضان کے بجائے محرم کے پہلے عشرے کے روزہ رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ان کے ہاں بے پردہ خواتین مردوں کے برابر نمازوں میں شریک ہوتی ہیں اور وہ اپنی پیشواؤں کے مقابر کی زیارت بمنزلہء حج گردانتے ہیں۔(۲۸) علی کتانی نے انہیں ایک صوفی حلقہ تحریر کیا ہے جن کا اثر پورے ملک پر ہے(۲۹) عثمانیوں نے ان کو استنبول سے نکال دیا تھا اور انہوں نے جنوبی البانیہ میں ڈیرہ جمالیا۔اگر چہ یہ ترکوں کے لیے کبھی بھی قابل ذکر مشکل کا سبب نہ بن سکے لیکن البانیہ میں قوم پرستی کے بیج بونے میں اس فرقے کا عمل دخل بدرجہ اتم موجود رہا اور ۱۸۷۸ء کی برلن کانگریس کے بعد البانیہ میں قوم پرستی کے جذبے کو ہوا دیکر ترکوں سے آزادی حاصل کرنے کی تحریک میں بکتاشی فرقے کے لوگ پیش پیش رہے اس کے بعد دوسری جنگ عظیم کے دوران نیشنل فرنٹ کے نام سے منظم ہونے والی خفیہ جماعت کے ممبران بھی ان کی کثیر تعداد شامل رہی اس فرقے کی جارحانہ عملیت نے اسے اسلام کیتھولک عیسائیت اور یونانی کلیسا کے بعد چوتھے مذہبی گروہ کے طور پر اپنی اہمیت کو تسلیم کرالیا۔(۳۰)

بیسویں صدی کا البانیہ اور اسلام

بیسویں صدی کے شروع میں اپنی حیات مستعار کی آخری ہچکیاں لیتی ہوئی عثمانی سلطنت کا اختیار البانیہ میں بھی اپنی کمزوری اور کم مائیگی کا ایک روشن نمونہ تھا پانچ صدیوں کے مسلسل تجربہ نے اسلام کو البانیہ کے ثقافتی مزاج کا حصہ بنادیا تھا اور وہ اس خطہء ریاست کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک لوگوں کی سماجی اور مدنی زندگی کے ایک جز ولاینفک کی صورت اختیار کر چکا تھا۔جس طرح مرکزِ ریاست میں اسلام کا تحریکی جوہر ماند پڑ گیا تھا اسی طرح سرزمین البانیہ میں بھی مذہب اسلام ایک روایتی عنصر کے طور پر عمومی زندگی کی بنیادوں میں سرایت کر گیا۔اسی سطحیت اور روایت پرستی کا اظہار البانہ کی قومی زندگی کے بیسوی صدی کے تجربہ سے آشکارا ہوتا ہے اس تجربے کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جس میں مرکزی حیثیت اشتراکیت کے زمانے کو حاصل ہے یعنی قبل از اشتراکی نظام حکومت ، انور خوجہ کا اشتراکی نظام حکومت اور بعد از اشتراکی نظام۔

قبل از اشتراکیت

البانیہ کی قومی زندگی کا یہ دور زوال خلافت عثمانی سے دوسری جنگ عظیم تک کے برسوں کی کہانی ہے جو ۱۹۱۲ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک کے سالوں پر محیط ہے یہ زمانہ البانیہ کی سیاسی اور قومی زندگی کا پر اضطراب دور ہے جس میں ریاست کی تحریک آزادی کئی بار ناکامیوں اور مشکلات سے دوچار ہوتی رہی۔ اس میں ۱۹۱۲ء سے احمد زوگو کی ملوکیت کے اعلان تک کا عرصہ مکمل طور پر البانیہ کی سیاسی بے سمتی اور ہمسایہ مغربی ممالک کی حریصانہ کشمکش کے المیہ کی کہانی ہیں۔ اگرچہ احمد زوگو بھی کوئی کامیاب راہنما ثابت نہ ہوا لیکن ملک میں سیاسی استحکام کا منظر بننا شروع ہو گیا اسی دوران ۱۹۲۸ء میں پہلے ملکی آئین کا اجراء ہوا جس میں اپنے سابق ترک آقاؤں کی طرح کمال اتاترک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مذہب کو سرکاری طور پر یک بینی و دوگوش چلتا کیا گیا۔ البانیہ ایک ایسی ریاست کے طور پر سامنے آیا جس میں اس کے قومی تشخص کو سیکولر گردان کر مذہب کو فرد کا نجی معاملہ قرار دیا گیا اور سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ خلافت کے ادارے کی قومی زندگی میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ادارہ ترک اسلام کے شعائر کا مظہر ہے اس لیے اس کا خاتمہ ایک مکمل اور جامع آزادی کا علامتی اظہار ہے۔ اس سے پہلے ۱۹۲۳ء میں ترانا میں منعقدہ ایک کانگریس میں جب احمد زوگو وزیر اعظم تھا کثیر زوجیت اور پردہ کو قدامت پرستی کی علامت گردان کر قانونی طور پر ان کی بندشوں کی سفارشات کی جا چکی تھیں۔ (۳۱)

اس دور میں اگرچہ مسلمان علماء کی ایک جنرل کونسل موجود تھی جس کی سربراہی مفتی رکسپ شیاتی کر رہے تھے۔ لیکن ان کے مشوروں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی اور ان کا اختیار صرف اپنی املاک اور ایک سیکنڈری سکول کی حیثیت کے ایک تعلیمی ادارے پر چلتا تھا جو سارے ملک میں اسلامی تعلیم کا واحد ادارہ تھا جس کا افتتاح ۱۹۳۰ء میں کیا گیا تھا۔ تاہم گورجی نے اس صورتحال کو آنے والے پنتالیس سالوں کے مقابلے میں ایک بہتر صورت حال رقم کیا ہے۔ (۳۲)

انور خوجہ کی اشتراکی حکومت

یوگوسلاویہ کی اشیر باد سے قائم ہونے والی انور خوجہ کی اشتراکی حکومت بیسویں صدی کی تمام اشتراکی حکومتوں سے بدترین نظام حکومت لائی جو اشتراکی نظریہ کی ترویج کے لیے آمریت کی تمام حدوں کو

پھلانگ چکی تھی جس نے تمام ریاست کو غلاموں کے ایک بیگار کیمپ کی صورت دے دی جس میں باغیانہ خیالات کے پروردہ ذہنوں کو صفحہ ہستی سے مکمل طور پر نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ ملک کے تمام زمینداروں، جاگیرداروں، دائیں بازو کی قوم پرست تنظیم (بالی کوم بی تار) کے ممبروں، صاحب ثروت طبقہ کے لوگوں اور مذہبی رجحان رکھنے والے شہریوں کو سب سے پہلے اشتراکی حکومت کی تادیبی کارروائیوں کا نشانہ بننا پڑا۔ ان میں سے اکثر کو جنوری ۱۹۴۵ء میں ہی جنگی مجرم گردان کر تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اگست ۱۹۴۵ء کی زرعی اصلاحات کے ذریعے اوقاف کی املاک اور چرچ کی زمینوں کو سرکاری طور پر ضبط کر لیا گیا۔ ۱۹۴۹ء کی آئینی اصلاحات کے ذریعے اگرچہ مذہب اور مذہبی گروہوں پر پابندی تو عائد نہ کی گئی لیکن ان کی مذہبی آزادی عمل کو محدود کر دیا گیا۔ قانونی طور پر مذہبی گروہوں کو پابند کیا گیا کہ وہ ایسی سرگرمیوں کو فروغ دیں جو عوام الناس میں عوامی جمہوریہ البانیہ سے وفاداری کا شعور راسخ کریں۔ مذہبی گروہوں کی تنظیموں کے دساتیر عمل کو ''کونسل آف منسٹر'' کی منظوری کے ساتھ مشروط کیا گیا۔ مذہبی اداروں کی زبانی اور تحریری نشریات کو بھی صرف اسی کونسل کی مہر تصدیق کیساتھ عام کیا جاسکتا تھا۔ مذہبی اداروں پر تعلیمی سرگرمیوں کی مکمل پابندی عائد کی گئی۔ کیونکہ یہ صرف حکومت کا کام تھا۔(۳۳)

مملکت میں آزاد خیال اور صحیح العقیدہ مسلمان علماء کی کوئی گنجائش نہ تھی ایسے علماء جو حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف رکھتے تھے انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ ایسے علماء میں حافظ شریف لانگو اور مفتی مصطفیٰ دروشی کے نام قابل ذکر ہیں ان کے مقابلے میں حافظ موسیٰ علی اور حافظ سلیمان مراد کو سرکاری نیشنل اسلامک کانگریس کی صدارت سونپی گئی۔ انور خوجہ نے ایسے علماء کو اپنے مقاصد کے لیے خوب استعمال کیا اور یہ ڈراما ۱۹۶۷ء تک رچایا جاتا رہا۔(۳۴) انور خوجہ نے بائیس سال کی مذہبی لاتعلقی کی پالیسی کے بعد نومبر ۱۹۶۷ء میں ایک حکم کے ذریعہ مذہب یا مذہبی اداروں کے وجود کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ ملک میں موجود ۲۱۶۹ مساجد چرچوں خانقاہوں کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد یا تو انہیں مکمل طور پر مسمار کر دیا گیا یا انہیں گوداموں، کھیل کے میدانوں، تھیٹر اور عجائب گھروں میں بدل دیا گیا حتیٰ کہ ۱۹۷۶ء میں اسلامی نام رکھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی اس طرح البانیہ دنیا کا واحد بے مذہب (Atheist) ملک بن گیا۔(۳۵) سرکاری اسلامی کانگریس کے صدر حافظ ایسا د مفتیا کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا گیا اور ہر طرح کی مذہبی رسومات اور مذہبی تہواروں پر

پابندی لگا دی گئی۔ خاندان کے ادارے کو سابقہ قدامت پسندی کا مظہر سمجھ کر ختم کرنے کے لیے املاک کی نجی ملکیت کی بجائے زمین کی اجتماعی ملکیت کے قانون کے علاوہ صنعتیں لگا کر خاندانوں کے افراد کو مختلف جگہوں پر زبردستی متعین کر دیا گیا۔ گھروں میں عبادت مسلمان لڑکوں کے ختنہ اور اولیاء کے مزاروں کی زیارت کی حوصلہ شکنی کی گئی (۳۶) اس کے علاوہ مسلمان عورتوں کی غیر مسلم مردوں سے شادی کا رواج ڈالنے کی ناکام کوششیں سرکاری سطح پر کی گئیں۔ سٹیفن بوور نے سقوطری میں اس طرح کی شادیوں کی نسبت ۱۹۸۰ء میں ۵ فیصد سے زیادہ نہیں لکھی۔ (۳۷) البانیہ کی کم از کم دو نسلیں ایسے ماحول میں پروان چڑھی ہیں جن کو مذہب اور مذہبی شعائر سے سرکاری طور پر بیگانہ کرنے کی کوششیں کی گئیں سوائے اس تھوڑی بہت مذہبی تعلیم کے جو انہیں گھروں میں بوڑھے والدین سے مل جاتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کی تمام تر سختیوں اور پابندیوں کے باوجود اسلام کا پیغام لوگوں کے اذہان اور ضمیروں سے محو نہ ہو سکا جس کا اعتراف ورکرز پارٹی آف البانیہ کی سالانہ رپورٹوں میں بارہا کیا گیا۔ (۳۸)

سٹیفن بوور کے مطابق حکومت کی اس مذہب دشمنی کی پالیسی کا نشانہ سب سے زیادہ کیتھولک مذہب کے ماننے والوں کو بننا پڑا۔ جس کی رپورٹیں مغربی پریس اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اشاعتوں میں بارہا ہوتی رہیں۔ (۳۹) گورجی نے لکھا کہ ۱۹۶۷ء کے بعد صرف ایک مسلمان عالم حافظ صابری کوسی جیل میں بند تھا جبکہ کیتھولک مذہب کے بے شمار پیشوا عمر قید کی سزاؤں میں زیر حراست رہے۔ (۴۰) اس امتیاز کی وجہ ہر دونوں سکالرز نے حکمرانوں کا خود مسلمان ہونا لکھا ہے جو شعوری اور لاشعوری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے لیے کیتھولک عیسائیوں کے مقابلے میں نرم ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود سرکاری پارٹی کی رپورٹوں نے مسلمانوں کے اوقات عبادت اور ختنہ کی رسم کو فضول اور غیر پیداواری قرار دیا جس کی وجہ سے مسلمان مقابلتاً کام سے زیادہ غیر حاضر ہو کر کھیتوں اور ملوں میں کام کی رفتار پر منفی طور پر اثر انداز ہوتے تھے۔ (۴۱)

اسلام بعد از اشتراکیت

۱۹۸۵ء میں انور خوجہ کی وفات کے بعد زمام کار رمیز عالیہ کے ہاتھوں میں تھی جو دراصل البانیہ کا جلاد اعظم تھا اور تمام مذاہب کی بیخ کنی کا کام اسی کے ہاتھوں سرانجام پایا تھا۔ عالمی سطح پر اسی کی دہائی کے آخر میں افغان مجاہدوں کے ولولہ انگیز جہاد نے کمیونزم کو جڑوں تک سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے روس کا

اشتراکی محل تڑخنے کے بعد حصے بخرے ہونے کے مراحل طے کر رہا تھا۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے اس عمل کو دنیا کے کونے کونے میں نشر کر دیا اور جب یہ نشریات البانیہ کے گلی کوچوں میں پہنچیں تو معاشی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ترانا کی حکومت کے لیے ایک دو جھٹکے ہی شافی علاج ثابت ہوئے۔ نوجوان خاص طور پر ترانا یونیورسٹی کے طالب علموں نے اپنی جامعہ سے انور خوجہ کا نام کھرچ کر مادر وطن کو اشتراکیت کا جابرانہ نظام سے آزادی دلانے کے لیے تحریک بغاوت بلند کی یہ عمل ۱۹۹۰ء کی ابتداء میں شروع ہوا۔(۴۲) ترانا کے مسلمانوں کے لیے جمعہ ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء کا دن عید سے بھی زیادہ خوشی کا دن تھا جب تقریباً پچیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے عید میلاد النبی ﷺ منایا اور چوبیس سال کے بعد مل کر جمعہ کی نماز پڑھی۔ ترانا کی فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج گئی۔(۴۳) حکومت نے مجبور ہو کر مئی، جون میں اصلاحات کے ذریعے جیلوں میں نظر بند سیاسی کارکنوں اور زعماء کی رہائی کا عمل شروع کیا۔ حافظ صابری کوسی (۴۴) نے رہائی کے بعد اس تحریک کی قیادت سنبھال لی اور دوسری طرف ترانا کے سابقہ اسلامی مدرسے سے فارغ التحصیل تقریباً ساٹھ علماء نے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ ان میں جناب صالح فرحتی اور صالح طواری کے نام قابل ذکر ہیں ان لوگوں نے حافظ صابری کوسی کے ساتھ مل کر البانیہ اسلامک فیڈریشن کے نام سے ترانا میں ایک تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ اس فیڈریشن کے صدر حافظ صابری کوسی مفتی اعظم فرحتی اور سیکرٹری جنرل صالح طواری بنائے گئے اس کے علاوہ اسلامک یوتھ فیڈریشن کے نام کی ایک اور تنظیم فلسطینی نژاد البانوی باشندے زہیر نعیم کی کوششوں سے عمل میں آئی۔(۴۵)

سازگاری حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی کتب کا البانوی زبان میں ترجمہ کر کے ان کی ترسیل البانیہ کے کونے کونے میں ممکن بنادی گئی۔ شاہ فہد فاؤنڈیشن نے قرآن مجید کا البانوی زبان میں البانوی سکالر شریف احمد سے ترجمہ کرا کے ۱۹۹۳ء میں ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں عام کروایا۔ اگرچہ دین کی اشاعت کے ان کاموں میں سعودی عرب کی تنظیمیں پیش پیش ہیں لیکن لیبیا، ترکی، کویت اور عرب امارات کی تنظیمیں بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔ ان کاموں میں مساجد کی تعمیر اور اسلامی مدارس کا قیام سرفہرست ہے۔(۴۶) ۱۹۴۵ء میں ملک بھر میں ۱۱۲۷ مساجد ۱۳۰۶ امام اور مفتی اور ۱۱۷ اسلامی مدارس تھے۔ اب ان سب کی تعمیر نو کا کام شروع ہو چکا ہے کیونکہ ملک میں اسلامی علوم کے لیے کوئی ادارہ

نہیں اس لیے کم از کم ۲۰۰ طلباء سعودی عرب ترکی مصر ملائیشیا کی جامعات میں حصول علم کے لیے ۱۹۹۳ء میں بھجوائے گئے۔ جن کے وظائف کا انتظام ان تبلیغی تنظیموں نے کیا۔(۴۷)

البانیہ، مستقبل اور اسلام

مغرب کا البانیہ اپنی آبادی کے ستر فیصد مسلمانوں اور قریباً پچاس سالہ اشتراکی تجربے کے ساتھ مستقبل کے حوالے سے گونا گوں رنگ بکھیرتا نظر آتا ہے اس کینوس پر تیس فیصد نصرانی بھی اپنی متحرک تبشیری سرگرمیوں کے ساتھ ایک قابل ذکر قوت ہیں اسی طرح کے پس منظر میں چند سوال اپنی مخصوص معنویت کے ساتھ ابھرتے ہیں۔ البانیہ کی نظریاتی نہج کیا ہوگی؟ کیا یہ ملک اپنی جغرافیائی مغربیت کے ساتھ ساتھ مغربی معاشرے میں گھل مل جانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ البانوی عوام کی سماجی زندگی میں دین اسلام کی پیوستگی کس حدتک آنے والی صدی میں گلوبل انقلاب میں اپنا قیام ممکن بنا سکے گی؟ افلاس زدہ اور غربت کے مارے عوام عیسائی مشنریوں کی سماجی میدان میں ہمہ جہت کوششوں کے آگے کس حدتک سپراندازی کر سکیں گے؟ کیا ملک میں موجود اشتراکی قوتیں اب بھی اتنا دم خم رکھتی ہیں کہ وہ دوبارہ ملک کے سماجی اور معاشی ڈھانچے میں زندگی کی لہر دوڑا سکیں؟ ''تہذیبوں کے تصادم'' کے اس زمانے میں کیا البانیہ کے لوگ یہ فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں کہ وہ اپنی قومی شناخت کا فیصلہ آزادی کے ساتھ کر سکیں؟ کیا یورپ کی ''سول سوسائٹی'' البانیہ میں جمہوری معاشرہ قائم کرنے میں کوئی کردار ادا کرنے کی روادار ہوگی؟ کیا اسلامی دنیا خاص طور پر مشرق وسطیٰ کی دعوتی انجمنیں البانیہ کی آزاد فضا کو اسلام کی معروضی حقانیت کے پیش کرنے کے لیے کامیابی سے استعمال کر سکیں گی؟ مستقبل کا مؤرخ لازمی طور پر ان سوالوں کے جواب بہت آسانی سے پا سکے گا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اشتراکیت، عیسائیت، مغربیت اور اسلام البانیہ کے مستقبل کے دعوی دار ہوں گے اس سلسلہ میں سب سے آخری تجربہ اشتراکیت کا ہے جس نے براہ راست ترانا میں زمام کار ۱۹۴۴ء سے ۱۹۹۰ء تک سنبھالے رکھی۔ اس عرصہ میں سٹالن ازم اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ برسر اختیار رہا جب ترانا کا نظریاتی وسیاسی قبلہ بلغراد ماسکو اور بیجنگ تھے، اس رویہ نے ترقی کر کے البانیہ کی قوم پرستی کی شکل اختیار کر لی اور البان ازم کے نعرہ کو حکومتی سطح پر بہت زیادہ مقبول عام بنانے کی کوشش کی جاتی رہیں۔ حکمران ریاست کو دنیا بھر کی واحد لادینی ریاست کے طور پر پیش کرتے رہے۔ ملک بھر میں رائج کی جانے والی مذہب

دشمن پالیسیاں اشتراکی فلسفہ حیات کی آبیاری کی ناکام کوششیں ثابت ہوئیں جس کا واضح ثبوت سویت یونین کی توڑ پھوڑ کا اس ریاست میں براہ راست اثر کے طور پر ظاہر ہوا۔ اگرچہ انور خوجہ جیسا کامیاب اور مضبوط حکمران ۱۹۸۵ء میں مر گیا لیکن ۱۹۹۰ء تک یہ طرز ہائے حکمرانی رمیز عالیہ کی قیادت میں برسرِ عمل رہا اور جب ماسکو میں اشتراکیت کا علم سرنگوں ہونا شروع ہوا تو البانیہ کے گلی کوچے اشتراکیت مخالف نعروں سے گونج اٹھے اب اگرچہ ڈیموکریٹ پارٹی کی ناکامی کے بعد سوشلسٹ پارٹی ۱۹۹۷ء کے وسط میں منعقد ہونے والے انتخابات میں پھر ایک بار ۵۳ فیصد ووٹ لے کر حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے (۴۸) لیکن اب وہ سابقہ طمطراق ایک خواب و خیال ہو چکا ہے اور یہ نظریہ اپنے وطن مالوف کی طرح یہاں بھی اپنی افادیت اور اثر کھو چکا ہے جس میں بہت زیادہ سیاسی مذہبی اور معاشی آزادیاں اپنی اہمیت منوا چکی ہیں۔ اب نہ تو مذہبی سرگرمیوں اور نہ ہی تجارت کی بین الاقوامی روک ممکن رہی ہے اور یوں لگتا ہے کہ اشتراکیت کا مردہ آہستہ آہستہ گھل کر سرزمین البانیہ کی خاک میں پریشان ہو جائے گا۔

عیسائیت اپنے آزمودہ کار طریقوں اور ترقی یافتہ پالیسیوں کے ساتھ البانیہ کے طول و عرض میں برسرِ پیکار ہے ویسے بھی البانیہ مشرق سے یونانی کلیسا اور مغرب کی طرف سے ویٹیکن کی مخاصمانہ کاوشوں کا میدان زار رہا ہے اس طرح یہ خطہ ہر دو عیسائی طاقتوں کی تاریخی دلچسپیوں کا محور رہا ہے گورجی لکھتا ہے کہ ۱۹۹۰ء کے بعد سرزمین البانیہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والی بین الاقوامی تنظیمیں عیسائی تبشیری انجمنیں تھیں۔ (۴۹) جنہوں نے آزادی کی اس فضا کو غنیمت جان کر لوگوں میں اپنے مذہب کا پیغام عام کرنے کی ٹھانی۔ اگرچہ اس سلسلہ میں عیسائیت کی کامیابیوں کے بارے میں ابھی کوئی رپورٹ سامنے تو نہیں آئی لیکن اشتراکی حکمرانوں کا اس مذہب کے ساتھ چوالیس سالہ رویہ کچھ اندازہ لگانے میں مد ہو سکتا ہے البانیہ کی حالت پر نظر رکھنے والے لوگوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ البانوی حکمرانوں کی مذہب دشمن پالیسیاں اسلام کے مقابلے میں عیسائیت کے ہر دو فرقوں کیتھولک اور آرتھوڈکس کے ساتھ سخت تھیں اور خاص طور پر حکمرانوں کے نزدیک ویٹیکن انقلاب دشمن نظریات کی ''بین الاقوامی فیکٹری'' ہے (۵۰) جہاں سے سماج کے پسے ہوئے طبقوں کے لیے بھلائی کے جذبات کی توقع عبث ہے جبکہ اس کے مقابلے میں اشتراکی حکمرانوں نے اسلامی مراکز کے لیے کبھی بھی توہین آمیز رویہ اختیار نہیں کیا۔ ان حکمرانوں کی علی الاعلان

مذہب دشمنی بھی ان کی زندگیوں میں رچی بھی اسلامیت نہ نکال سکی اس کا اظہار سرکاری طور پر اس وقت ہوا جب انور خوجہ کے وزیر اعظم محمد شیہو نے خودکشی کی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی تدفین نماز جنازہ کے بغیر ہوئی۔(۵۱) اپنے تاریخی تجربے کے ساتھ مسلمان اور عیسائیوں کی جداگانہ شناخت البانیہ میں تبشیری سرگرمیوں کی کامیابی حوصلہ افزا انداز میں بڑھتی نظر نہیں آتی۔

اسلام البانیہ کی اکثریت کا اوڑھنا بچھونا ہے۔گذشتہ پانچ صدیوں کی آبیاری نے البانوی ثقافت کی رنگ آمیزی میں اس دین متین نے خاصا کردار ادا کیا ہے اور یہ اسلامی عنصر اس قدر مضبوط ہے کہ نامی گرامی اشتراکی بھی اس بندھن سے اپنا دامن نہ چھڑا سکے زندگی کی سماجی علامتوں اور رسم ورواج کی آویزش میں اسلامی تعلیمات بدرجہ اتم موجود ہیں اسلام بطور مذہب ایک ناقابل انکار حقیقت ہے لیکن اس کی ہمہ گیری وقت کے اتار چڑھاؤ میں مندمل ہوئی ہے اگرچہ اسلام کے سیاسی پہلو نے کبھی بھی البانیہ کے باشندوں کو سرفراز نہیں کیا عثمانی خلافت کے زیر اثر وہ مزاج شاہان کے مطابق ہی اس سے لطف اندوز ہوئے لیکن اسلام کی روحانی کرشمہ سازیاں افراد اور گروہوں کی تسکین کا سامان بنتے رہے۔اسلام البانوی عوام کے رگ وپے میں اس قدر سمایا ہوا ہے کہ چوالیس سال کی تاریک اشتراکی رات کے دوران بھی حکمرانوں نے اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کا کئی بار اظہار کیا اور لوگوں میں رچی بھی اسلامی اقدار کو نکالنے سے اپنی بے بسی پر ہاتھ ملتے رہے اس سلسلہ میں سب سے بڑی اور واضح مثال البانوي مسلمانوں کی کثرت آبادی ہے مغرب کا یہ واحد ملک ہے جہاں سرکاری طور پر اسقاط حمل کو افراد کا نجی معاملہ نہیں سمجھا گیا اور حکومتی پارٹی کے نقطہ نظر کے مطابق یہ عمل طبعی سماجی شماریاتی قانونی اور نفسیاتی مسائل کا ذمہ دار ہے اس لیے عورتوں کو اس کے آزادانہ استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس کے نتیجہ کے طور پر ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء کے پانچ سالوں کے دوران البانیہ کی شرح اضافہ آبادی ۲۹ فیصد تھا (۵۲) جو یورپ بھر میں سب سے زیادہ ہے اس کے علاوہ اسلامی لباس اور دیہاتی خواتین کے پردہ کرنے کا عمل بھی خالصتاً اسلامی شعائر اور اقدار کا مظہر ہیں جن کا خاتمہ اشتراکیت کی کوئی کوشش بھی نہ کرا سکی۔(۵۳) اس سب سے بڑھ کر البانیہ کا ۱۹۹۲ء میں آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کا ممبر بن جانا اس ملک کی اسلامی بیداری کی دلیل ہے۔بلقان میں اسلام اور صوفی ازم کے ایک ماہر نے لکھا کہ ہم البانیہ میں مذہبی بیداریوں کی ایک لہر کو ابھرتے دیکھ رہے ہیں جس میں ہر تینوں مذاہب اسلام، کیتھولک اور

آرتھوڈکس شامل ہیں ان سب میں سب سے زیادہ اسلام کا احیاء کم از کم انفرادی سطح پر تو واضح طور پر نظر آرہا ہے لیکن سماجی اور حرکی جہتیں ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئیں اس سلسلہ میں انہوں نے دنیائے عرب کی دعوتی تنظیموں کی سرگرمیوں اور ترانا میں حکومت ترکی کی امداد سے بننے والی عظیم الشان مسجد کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔(۵۴) گورجی لکھتا ہے کہ اگرچہ البانیہ کی شہری خواتین نے حجاب کرنا شروع کر دیا ہے لیکن بنیاد پرست اسلام کے کوئی شواہد نہیں ملتے اور یورپ کے لیے قابل قبول غیر سیاسی، معتدل اور جمہوریت کے قائل مزاج کا اسلام روبہ عمل ہے۔(۵۵)

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلام البانیہ میں اپنی شاندار قوت متحرکہ کے ساتھ نفوذ پذیر ہونے کی معتدبہ صلاحیتیں رکھتا ہے اس میں خاص طور پر مقامی اسلامی قیادت کی فراوانی قابل ذکر ہے جس کو خرم مراد(۵۶) لیری پوسٹن اور اکبر ایس احمد (۵۷) نے یورپ میں اسلام کی سربلندی کے لیے شرط اولین قرار دیا ہے البانیہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوتی سرگرمیوں سے زیادہ اسلام کی تربیتی منہج کی زیادہ ضرورت ہے اگر ریاست میں موجود مسلمان قیادت کو اسلام کی حرکیت اور ہمہ گیریت سے آشنا کر دیا جائے تو البانیہ یورپ کی سرزمین پر ایک نیا اندلس بن جانے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ کاش کہ آج مسلم دنیا میں کوئی ایسا ملک ہوتا جو مکمل طور پر اسلامی ریاست کہلانے کے لائق ہوتا تو بے یارو مددگار البانویوں کو مغرب اور یورپ کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ آج کا البانیہ یورپ کی مادی و معاشی ترقی کے طلسم میں فریفتہ ہوا جاتا ہے اور ایسا ہونا اس غریب و پسماندہ ملک کا فطری عمل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یہ مقامی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق ''عقابوں کے بیٹے'' اور نزہت ابراہیمی نے ''چٹانوں کے مکین'' لکھا ہے۔

۲۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔جلد ۱۳۔۱۹۸۵ء۔صفحہ ۲۰۹

۳۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ، اشاعت اسلام (مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) لاہور۔محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۷۲ء

۴۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ۲۰۹

۵۔ Bogden szajkowski, Muslim People in Eastern Europe: Ethnicity and Religion "JournalInstitute of Muslim Minority Affairs. Vol.9 No. 1 Jan.1988, P.105

۶۔ Statesman's Yearbook 2000, ed. Barry Turner. P.124

۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ۲۱۲

۸۔ ایضاً صفحہ۲۱۳

۹۔ پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے کہ جارج کستریوتیہ سکندر بیگ کے نام سے مشہور ہے اس کی ابتدائی زندگی کے متعلق یہ روایت ہے کہ جب ابھی وہ لڑکا تھا تو اسے بطور یرغمال ترکوں کے حوالے کر دیا گیا اس نے ان کے ہاں ایک مسلمان کی حیثیت سے تربیت پائی اور سلطان ترکی نے اسے اپنی لطف خاص سے نوازا لیکن جدید تحقیق سے یہ روایت غلط ثابت ہو چکی ہے۔اشاعت اسلام۔ صفحہ۱۸۲۔۱۸۳

۱۰۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ۲۱۳

۱۱۔ ینگی چری کا تلفظ ینی چری ہے جو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''فوج جدید''

۱۲۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ۲۱۳

۱۳۔ Statesman's Yearbook 2000, P.124

۱۴۔ Ali Kethani. Muslim Minorities in the World Today, Lahore, Services Book club, 1990, P.26

۱۵۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۲۱۴

۱۶۔ ایضاً صفحہ ۲۱۵

۱۷۔ Statesman's Yearbook 2000, P.125

۱۸۔ Smail Balic, "Muslims in Eastern & South Eastern Europe" Juournal Institute of Muslim Minority Affairs. Vol.6 No.2 July 1985, P.361

۱۹۔ Nexhat Ibrahimi, Islams first contact with the Balkan Nations, Da'wah Highlights, Vol.10 No. 11, November 1999, P.36

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ صفحہ ۱۹۰

۲۲۔ ایضاً صفحہ ۱۸۷

۲۳۔ ایضاً صفحہ ۱۸۶

۲۴۔ ایضاً صفحہ ۱۸۸

۲۵۔ ایضاً صفحات ۱۶۲۔۱۶۴

۲۶۔ Gyorgy Lederer "Islam in Albania" Central Asian Survey Vol.13 P.333

۲۷۔ Nexhat Ibrahimi, Islams first contact with the Balkan Nations, Da'wah Highlights, Vol.10 No. 11, November 1999, P.38

۲۸۔ Gyorgy Lederer P. 333

۲۹۔ Ali Kethani. Muslim Minorities in the World Today, Lahore Services Book Club, 1990, P.26

۳۰۔ Alexandre Popovic, "The Balkan Muslim Communities in

the Post .Comunist Period" in Islam in Europe: The Politics of Religion & Community ed., S. Vertovece and C. Peach, London, Macmillan Press Ltd. 1997, P.63

۳۱۔ Gyorgy Lederer P. 338

۳۲۔ ایضاً صفحہ ۳۳۹

۳۳۔ ایضاً صفحہ ۳۴۰

۳۴۔ Ali Kettani P. 26

۳۵۔ Gyorgy Lederer P.341

۳۶۔ Stephen R. Bowers "The Islamic Factor in Albania Policy" Journal Institute of Muslim Minority Affairs. Vol. 5 No 1 1984 P.127

۳۷۔ Stephen R. Bowers P. 127

۳۸۔ Stephen R.Bowers P. 126

۳۹۔ Gyorgy Lederer P.346

۴۰۔ Stephen R. Bowers P 133

۴۱۔ The Statesman's YearBook 2000 P.125

۴۲۔ Gyorgy Ledrerer P.347

۴۳۔ اگرچہ حافظ صابری کوسی باقاعدہ طور پر کسی دینی ادارے کے فارغ التحصیل نہیں لیکن خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے علوم اسلامی خاص طور پر قرآن پاک اور احادیث کے علوم پر خاص دسترس رکھتے ہیں اپنی تقاریر میں عوامی اور مدلل انداز گفتگو کر کے سامعین کو ہمنوا بنانے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ اپنی ان صلاحیتوں کی بنیاد پر وہ اسلامک کونسل فار ایسٹرن یورپ کے اعزازی چیئر مین بھی رہ چکے ہیں۔ اپنی عربی زبان پر قادر الکلامی نے انہیں عرب دنیا کے علماء اور سیاستدانوں کا اچھا دوست بننے میں خاص مدد فراہم کی۔ ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ اور دوسری سعودی دعوتی تنظیموں میں انہیں خاصا رسوخ حاصل ہے۔

۴۴۔ Gyorgy Lederer P.348

٤٥- Gyorgy Lederer P.350

٤٦- Gyorgy Lederer P.351-352

٤٧- Gyorgy Lederer P.343

٤٨- The Statesman's Yearbook 2000 P. 126

٤٩- Gyorgy Lederer P.331

٥٠- Stephen R. Bowers P. 127

٥١- Stephen R. Bowers P.133

٥٢- ايضا

٥٣- The Statesman's Yearbook 2000 P.126

٥٤- Alexandere Popovic, "The Balkan Muslim Communities in the Post Comunist Period" in Islam in Europe: The Politics of Religion & Community ed., S. Vertovece and C. Peach, London, Macmillan Press Ltd. 1997, P.63

٥٥- Gyorgy Lederer P.332

٥٦- Larry Postan, "Islamic Da'wah in the West" New York, Oxford, 1992, P.184

٥٧- Akbar S. Ahmad, "Living Islam" London, BBC Books, 1993, P.162-163